OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Online): 2710-2475
ISSN (Print): 2710-3692
www.alsharqjr.com

Al-SHARQ
Vol: 03, Isue:02, July-Dec 2022, pp:132-147

اسلامی جمہوریہ پاکستان اور غیر مسلم معبد کی قانونی حیثیت

Islamic Republic of Pakistan and Legal Status of non-Muslims' Worship Places

Shamana Munawar
Ph.D. Scholar, Islamic Studies, Department of Islamic Studies, UOL.

Dr. Muhammad Saeed Akhtar
Assistant Professor, Islamic Studies, Department of Islamic Studies, UOL.

Submission: 28-09-2022 Accepted: 28-10-2022 Published:30-12-2022

Abstract

The article sheds light on position of Pakistan as an Islamic Democratic state, Islamic teachings on status of non-Muslims' worship places in an Islamic State, legal status of non-Muslims' worship places in Pakistan and related challenges. The study is based on historical review research method, which aims at discovering the legal status of non-Muslims' worship places in Pakistan, unearthing the related problems and suggesting possible solutions. The findings of the research reveal that the non-Muslims' worship places are granted respect and protection legally in Pakistan. Moreover, Pakistan's non-Muslim citizens can renovate their old worship places and in particular situations they can also seek permission to construct the new ones. The conditions concerning non- Muslims' worship places in Pakistan is ameliorating since last few years and it will further improve with implementation of the proposed solutions.

Key Words: *Islam, Pakistan, State, Legal, non-Muslims, Worship places.*

تعارف

ابنِ آدم نے اپنی اجتماعی زندگی کی ترتیب و تہذیب کے لیے جو ادارے قائم کیے ہیں ان میں ریاست کا ادارہ سب سے اہم اور بنیادی ہے۔ابتداء سے ہی خیال کیا جاتا ہے کہ امن و امان کی بحالی، سماجی بہبود، انصاف کے قیام اور لوگوں کی معاشی وسیاسی بہبود جیسے مقاصد کے حصول کے لیے ریاست کا ہونا از حد ضروری ہے۔ایک اسلامی ریاست حاکمیت الٰہی کے تحت رہتے ہوئے

CC BY

قانونِ الٰہی کے نفاذ اور اسکے توسط سے بنی نوع انسان کی انفرادی و اجتماعی بھلائی کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ دین اسلام میں سیاست اور دین میں علیحدگی کا کوئی تصور موجود نہیں اور اسی تصور کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ اسلامی ریاست کے قیام اور دینِ اسلام کے نفاذ کی جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ قیامِ پاکستان بھی اسی سلسلے کی ایک اہم ترین کڑی ہے۔ ریاستِ اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی اسلامی نظریہ حیات کے نفاذ، اس کی پیروی اور ترویج کے نظریے کے تحت وجود میں آئی۔ آئینِ پاکستان اقتدارِ اعلیٰ اللہ کو تفویض کرتے ہوئے اپنے تمام شہریوں کی بہبود اور ان کے بنیادی حقوق کی فراہمی کی ضمانت دیتا ہے، جس میں عقیدہ و مذہب کے اختیار، اس کے اظہار اور اس کے مطابق عمل و عبادت کا حق بھی شامل ہے۔ عبادت کے لیے ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد اپنی اپنی عبادتگاہوں کا رخ کرتے ہیں اور ان سے ایک خاص جذباتی وابستگی رکھتے ہیں۔ اسلام نے بھی بطور دین فطرت بلاامتیاز تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کے احترام کو بلعموم لازم قرار دیا ہے، لیکن حکمت و دانش کے تحت عبادت گاہوں سے متعلق کچھ معاملات میں پابندیاں بھی لگائیں ہیں۔ ریاست پاکستان کے آئین و قوانین میں بھی اس عنصر کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے اور مذہبی عبادتگاہوں کے احترام، ان کی تعمیر و مرمت اور تحفظ کے لئے قوانین وضع کئے ہیں۔ ذیل میں اسلامی ریاست اور عبادتگاہوں کے تعارف و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قوانین کے تحت پاکستان میں غیر مسلموں کی عبادتگاہوں کی حیثیت کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

ریاست اور اس کی ضرورت اور اہمیت

لغوی معنیٰ کے لحاظ سے ریاست ایک طرح کی حکومت ہے، خواہ اس کی شکل کچھ بھی ہو۔ حکومت سادہ سے اصولوں پر کھڑی ہو یا پیچیدہ قانون پر، وہ ریاست میں شامل ہیں۔ انگریزی زبان میں اس کی لیے لفظ اسٹیٹ مستعمل ہے۔

Oxford English Urdu Dictionary کے مطابق اسٹیٹ کے لغوی معنیٰ، "ایک حکومت کے تحت منظّم سیاسی گروہ، کسی وفاق کا جز یا رکن ملک، دولت مشترکہ یا قوم "کے ہیں۔[1]

ریاست کا لفظ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔ اردو لغت میں اس کے معنی امیری، امارت، سرداری اور حکومت کے بیان کیے گئے ہیں۔[2]

بیان اللسان میں ہے: "ریاست سے مراد سرداری کرنا اور جلسہ کی صدارت کرنا ہے۔"[3]

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ریاست اپنے لغوی معانی میں حکومت، سرداری اور امارت ہی کا نام ہے۔

اصطلاحی معانی کے لحاظ سے ریاست ایک منظّم آزاد اور خود مختار حکومت ہے، خواہ وہ جمہوری ہو یا غیر جمہوری طرز پر قائم ہو، وہ ریاست کے دائرہ کار میں شامل ہے۔

مشہور مفکر برجس نے اسٹیٹ کی تعریف ایسے کی ہے:

…particular portion of mankind viewed as an organized unit. [4]

"بنی نوع انسان کا ایک خاص حصہ جو ایک منظّم یونٹ کے طور پر دیکھا جاسکے۔"

میکس ویبر کے نزدیک ریاست سے مراد ہے:

"State is a human community that (successfully) claims the monopoly of the legitimate use of physical force within a given

territory." [5]

"انسانی برادری جو (کامیابی کے ساتھ) کسی مخصوص علاقے میں جسمانی طاقت کے جائز استعمال کی اجارہ داری کا دعویٰ کرتی ہے۔"

مولانا مودودی نے ریاست کی تعریف اس طرح کی ہے:

"ریاست وہ ہیئتِ سیاسی ہے جس کے ذریعہ ایک ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت کی شکل میں اپنا اجتماعی نظم قائم کرتے ہیں اور اسے قوت قاہرہ اور قوت نافذہ کا امین قرار دیتے ہیں۔" [6]

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ریاست سے مراد افراد کی باہمی وابستگی کے تحت قائم کی گئی ایسی سیاسی تنظیم ہے جو کسی مخصوص علاقے میں ایک خود مختار حکومت کی شکل میں قائم ہو۔ اس حکومت کی طرز جو بھی ہو یہ اپنے نظریے کی بقا، لوگوں کی فلاح، انکے استحکام اور تہذیبی و تمدنی ترقی کی خاطر کوشاں رہتی ہے۔

ریاست کی اس فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم مسلمانوں کے لیے ایسی ریاست کی تشکیل ضروری ہو جاتی ہے، جہاں دینِ اسلام کی صورت میں وحی کیے گئے ضابطہ حیات پر عمل ہو سکے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ آتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [7]

یہ وہ ہیں، جنہیں ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اس ریاست کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اسلامی نظریہ حیات کی داعی ہوتی ہے۔ یہ حاکمیت اعلیٰ کا منصب صرف اللہ کو تفویض کرتی ہے اور اس میں قرآن وسنت کو بنیادی ماخذ قانون کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست نظام الٰہی کے نفاذ، عدل وانصاف کے قیام اور سماجی فلاح کی ضامن ہوتی ہے۔

اسلامی ریاست/دارالاسلام کی حقیقت

اسلامی ریاست کے تصوّر کو علمائے متقدمین نے دار الاسلام کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے اور ریاست کی کئی ایک تعریفات کی گئی ہیں۔ اسلامی ریاست کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

قال الجمہور: دارالاسلام ھی التی نزلھا المسلمون، وجرت علیھا احکامالاسلام [8]

جمہور کہتے ہیں: کہ دار الاسلام سے مراد وہ ریاست ہے جہاں مسلمان رہتے ہوں اور وہاں اسلامی احکام نافذ ہوں۔

جبکہ شیخ ابوزہرہؒ کا قول ہے:

دارالاسلام ھی الدولۃ التی تحکم بسلطان المسلمین وتکون المنعۃ والقوۃ فیھا للمسلمین [9]

دار الاسلام سے مراد وہ ریاست ہے کہ جس ریاست کا انتظام مسلمان حکمران کے پاس ہو اور اس کی فوجی اور دفاعی طاقت سب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔

اسی طرز پر اسلامی ریاست کی اور بھی تعریفیں کی گئی ہیں۔ ان تمام تعریفوں کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ہم کہہ سکتے

ہیں کہ علمائے متقدمین کی نظر میں اسلامی ریاست سے مراد ایک ایسی ریاست ہے جس کا سربراہ مسلمان ہو اور وہاں اسلامی نظام کے نفاذ کی صورت میں دین اسلام کا غلبہ ہو۔

عصرِ حاضر میں بھی علماء و فقہا کی اکثریت قدیم علماء کی بیان کردہ تعریفات اسلامی ریاست سے متفق ہیں، جبکہ بین الاقوامی دنیا کا اسلامی ریاست کے بارے میں تصوّر کچھ مختلف ہے۔ بین الاقوامی دنیا اور اس کے ادارے عمومی طور پر ہر اس ریاست کو اسلامی ریاست خیال کرتے ہیں، جس میں مسلمانوں کی آبادی اکثریت میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے کے تمام رکن ممالک کو اسلامی یا مسلم ریاست مانا جاتا ہے۔[10]

دور حاضر کی اسلامی ریاستوں کی تشکیل مختلف حالات اور علاقائی و بین الاقوامی وجوہات پر ہوئی۔ جہاں تک ریاست پاکستان کا تعلق ہے، یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تصوّرِ پاکستان کا آغاز ہی اس نعرے سے ہوا کہ، "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" اور اس کی بنیاد دو قومی نظریے پر رکھی گئی۔ اس نظریے میں اس نعرے کی تشریح کر دی گئی کی حصولِ پاکستان کا مقصد ایک ایسی ریاست کا قیام ہے جہاں مسلمان آزادنہ طور پر دین اسلام کی پیروی کر سکیں اور اس کا نظام نافذ کر سکیں۔ اس کے باوجود حالیہ دور میں پاکستان کو بطور ریاست دیکھتے ہوئے مختلف علمی، دینی، سیاسی اور معاشرتی حلقوں میں یہ موضوع زیرِ بحث رہتا ہے کہ آیا پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہے یا کہ صرف ایک قومی ریاست ہے؟

اس سلسلے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ تاریخ حصولِ پاکستان سے قیامِ پاکستان تک، اور تشکیلِ آئین پاکستان سے نفاذِ آئینِ پاکستان تک ہر ہر مرحلہ اس بات کا گواہ ہے کہ پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر ہوا اور ہر دن یہاں نفاذ اسلام کی طرف سفر جاری ہے۔ سابقہ دور کے علماء کی تعریفاتِ اسلامی ریاست کو پیشِ نظر رکھا جائے یا عصرِ حاضر کے ملکی و بین الاقوامی تصوّرِ اسلامی ریاست کو درست مانا جائے، ہر طرح سے پاکستان ایک اسلامی ریاست ہی کہلائے گا۔ یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت بھی ہے، اس کے حکمران کا مسلمان ہونا بھی از روئے آئین لازم ہے، اس کا ریاستی مذہب بھی اسلام ہے اور یہاں اکثر شعائر اسلامی کا انتظام و نفاذ بھی ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کا ادراک ہونا بھی لازم ہے کہ اس اسلامی ریاست کا قیام قدیم اسلامی ریاست کے تاریخی تناظر سے ہٹ کر ایک نئے انداز سے ہوا اور اسی طرح سے اس کا مجموعی طرزِ حکومت بھی ان سے مختلف ہے۔ ریاستِ پاکستان ایک طرف ملکی آئین اور شریعت اسلامی کی پابند ہے، تو دوسری طرف بین الاقوامی اداروں کا رکن ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ کئے گئے معاہدات و تعلقات کی پابندی بھی اس پر لازم ہے۔ اس لئے پاکستان کو اپنی ملکی و نظریاتی سالمیت، عوامی فلاح اور اتحادِ امت مسلمہ جیسے مقاصد کے حصول کی خاطر عصری تقاضوں کے پیشِ نظر نہایت حکیمانہ طرزِ عمل اپنانا ہے۔

عبادت گاہ اور اسکی اہمیت

در حقیقت تخلیق انسان کا اوّلین مقصد ہی عبادت الٰہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾[11]

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں"

اسی مقصد کی تکمیل کی خاطر ہر دور میں عبادت گاہیں تعمیر کی گئیں، جن میں بندگان خدا اپنے خالق و مالک کے حضور

حاضر ہو کر نہ صرف زبان سے بلکہ اپنے ہر عمل سے اطاعت وفرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں۔

اہل لغت نے عبادت کے مفہوم خدا کی بندگی، پرستش، پوجا وغیرہ کے کیے ہیں، جب کہ عبادت گاہ، عبادت کدہ اور عبادت خانہ کے معنی بیان کرتے ہوئے کلیسا، مندر، گرجا، معبد کنشت، کنیسا، یا آتش کدہ وغیرہ کے نام لیے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل تعریف میں بیان ہو رہا ہے:

> *A Place of Worship is a specially designed structure or consecrated space where individuals or a group of people such as a congregation come to perform acts of devotion, veneration, or religious study. A building constructed or used for this purpose is sometimes called a house of worship. Temples, Churches and mosques are examples of structures created for house of worship.* (12)

"عبادت کی جگہ ایک ایسا مخصوص نمونہ تعمیر ہوتا ہے کہ جس میں کوئی بھی اکیلے، گروپ یا اجتماع کی صورت میں عبادت، پرستش یا مذہبی مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے جو عمارت تعمیر کی جاتی ہے اسے بعض اوقات عبادت گاہ کہا جاتا ہے۔ مندر، چرچ یا مسجد اس فن تعمیر کی مثالیں ہیں جو عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں۔۔"

اصطلاحی مفہوم کے لحاظ سے عبادت گاہ کا اطلاق اسی جگہ پر ہوگا، جسے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی پوجا یا عبادت کے لیے مخصوص کر دیا ہو۔ لہٰذا عبادت گاہ کے اصطلاحی معنی بھی کچھ ایسے متعین کیے جا سکتے ہیں:

عبادت گاہ سے مراد کسی دین کے ماننے والوں کی وہ مخصوص مقدس عمارت ہے جس کو انہوں نے عبادت کے لیے مخصوص کر رکھا ہو۔ اس میں اہل دین اپنے عقائد و نظریات کے مطابق خدا، دیوتا، بھگوان، ایشور یا یزدان وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں اور یہ عمارتیں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتیں۔

مختلف ادیان میں عبادت گاہوں کا تصور مختلف ہے۔ عبادت گاہیں کسی بھی دین کے پیروکاروں کی اپنے دین سے وابستگی کی زندہ علامت ہوتی ہیں اور معاشرے میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ عبادت گاہ میں اجتماعیت سے مقصود افرادِ معاشرہ کا باہمی میل جول اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ثمرات مثلاً اخوت و محبت، ، ہمدردی اور غم خواری، مساوات، تنظیم و اتحاد کا حصول ہوتا ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"دین انسان کا انفرادی تجربہ ہے اور اس کی تنظیم انسان کی اجتماعی سرگرمی ہے۔ انسان نے اپنی طویل اجتماعی زندگی میں توہم پرستی، دینی رسوم و رواج، خداوؤں کی عبادت، مذہبی رہنماؤں کی تعلیم کے لیے عبادت گاہوں کی تعمیر اور تزئین و آرائش کا انتظام کیا ہے۔ دیوی دیوتاؤں کے استحصالوں سے لے کر عبادت گاہوں اور خانقاہوں تک دین کی اجتماعی سرگرمی کے کئی مظاہر ہیں۔ انسان نے اپنے توہمات کی تسکین اور روح کی تشفی کے لیے کئی دینی ادارے تشکیل دیے ہیں۔ صومعہ کلیسا اور

خانقاہوں کا وجود اس کی دلیل ہے"۔[13]

قرآن پاک سورت الحج کی آیت نمبر ۴۰ میں ان مقامات مقدسہ کو توحید کے مراکز کہا گیا ہے۔ مولانا عبد الماجد دریاآبادی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں؛

"یہ ادیان (یہودیت مسیحیت) عملاً بعد میں کچھ بھی ہو گئے لیکن اصلاً بہر حال توحیدی دین تھے اور ان کی عبادت گاہیں توحید کا مرکز تھیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جو اب بھی اسی غرض کے لیے بنائی گئی ہیں۔"[14]

عبادت گاہیں بندے کا تعلق اپنے رب سے مضبوط کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں۔ عبادت گاہیں محض روزانہ، ہفتہ وار یاسالانہ عبادت کی ادائیگی کے لئے نہیں بنائی جاتیں بلکہ یہ مذہب کی ترویج اور لوگوں کی دینی امور میں رہنمائی کا ذریعہ ہوتی ہیں، تاکہ لوگ اپنی انفرادی واجتماعی زندگیاں اس دین کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔

شریعت اسلامی میں غیر مسلموں عبادتگاہوں کے متعلق عمومی احکام

اسلام تحمل وبرداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی دوسرا نظام فراہم نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ غیر مسلموں کے جھوٹے معبودوں (بتوں) کو بھی گالیاں نہ دو۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾[15]

"اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں گالم گلاچ کرنے لگیں گے۔"

قرآن وحدیث کی رُو سے اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ تمام مذاہب کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کی حرمت کا خیال رکھے اور انہیں تحفظ فراہم کرے. قرآن مجید میں سورۃ الحج میں ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ﴾[16]

"اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں، جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے۔"

امام ابو بکر الجصاص "احکام القرآن" میں درج بالا آیت کی تفسیر میں امام حسن بصری کا قول نقل کرتے ہیں:

"يدفع عن هدم مصليات أهل الذمة بالمؤمنين"[17]

"اللہ تعالیٰ مومنین کے ذریعے اہل ذمہ کے کلیساؤں کا انہدام روکتا ہے (یعنی مسلمانوں کے ذریعے ان کی حفاظت فرماتا ہے)"

اسی آیت کی تشریح میں امام ابو بکر الجصاص مزید فرماتے ہیں:

" في الآية دليل على أن هذه المواضع المذكورة لا يجوز أن تهدم على من كان له ذمة أو عهد من الكفار " [18]

''اور آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ مذکورہ جگہوں (یعنی عبادت گاہوں) کا گرانا جائز نہیں اگرچہ وہ اہل ذمہ یا معاہد کفار کی ہی ہوں۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور میں ریاستِ مدینہ میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو برقرار رکھا۔ علامہ ابن قیم ''احکام اہل الذمۃ'' میں فتح خیبر کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے غیر مسلموں کو ان کی عبادت گاہوں پر برقرار رکھا اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار نہیں فرمایا۔ بعد ازاں جب دیگر علاقے سلطنت اسلامی میں شامل ہوئے تو خلفاے راشدین اور صحابہ کرام نے بھی اِتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہوئے ان ملکوں میں موجود غیر مسلموں کی کسی عبادت گاہ کو مسمار نہیں کیا۔[19] اسلامی حکومت کے مختلف ادوار میں غیر مسلم معبد موجود رہے ہیں، لیکن کبھی بھی انہیں ادنیٰ گزند تک نہیں پہنچائی گئی ۔ بلکہ اسلامی حکومت نے ان کی حفاظت کی اور غیر مسلموں کو ان میں عبادات کی انجام دہی کے لیے سہولیات فراہم کیں۔

دارلاسلام (اسلامی ریاست) میں غیر مسلم معبد کے متعلق فقہائے متقدمین کا موقف

اسلامی ریاست میں غیر مسلم اپنی نئی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں، اس سے متعلق فقہائے متقدمین نے دارالاسلام (اسلامی ریاست) کے شہروں کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے ان میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے الگ الگ احکام بیان کیے ہیں۔ جن کی مختصر تفصیل ذیل میں پیش ہے:

ا۔ وہ علاقے جو مسلمانوں نے نئے سرے سے آباد کیے، وہاں کفار کے لیے کسی قسم کے معابد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں، اور نہ ناقوس وغیرہ بجانے کی اجازت ہے اگر وہ وہاں کوئی عبادت گاہ تعمیر کریں تو اسے گرادیا جائے گا۔ اور نہ وہ ان علاقوں میں اپنی کسی مذہبی شعار کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ اس حکم پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ علامہ ابوبکر محمد بن محمد طرطوشی رحمہ اللہ نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا انہیں گرانے کا حکم ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" وهذا مذهب علماء المسلمين أجمعين" [20]

یہ مسلمانوں کے تمام علماء کا اتفاقی مذہب ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ،[21] اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [22] کی بھی یہی آراء ہیں ۔

ب۔ وہ شہر جنہیں مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا ہو، ایسے شہروں میں غیر مسلم نئی عبادت گاہیں تعمیر نہیں کر سکتے۔ ایسے شہروں میں غیر مسلموں کی پرانی عبادت گاہوں سے متعلق امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ان کی پہلے سے موجود عبادت گاہوں کو منہدم کر دیا جائے گا۔ جبکہ احناف کہتے ہیں منہدم نہ کیا جائے اور نہ ہی اقلیتوں کو ان میں عبادت کی اجازت دی جائے بلکہ مسلمان انہیں اپنے دیگر کاموں میں استعمال کریں۔[23]

لیکن اگر مسلمان حاکم ان لوگوں سے انہیں باقی رکھنے پر معاہدہ کرلے تو انہیں باقی رکھا جائے گا لیکن کسی صورت بھی نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے یا پہلے سے موجود عبادت گاہوں میں توسیع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ[24] اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ[25] دونوں کے مطابق مسلمانوں کی بزور بازو فتح کردہ زمینوں میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت نہیں۔ فرماتے ہیں:

جیساکہ غزوہ بنی قریظہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ ﴾[26]

تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنادیا۔

ج۔ وہ علاقے جنہیں مسلمانوں نے صلح کے معاہدے سے حاصل کیا ان کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ کی، وہ علاقہ دیار اسلام میں شامل ہو کر مسلمانوں کی حکومت میں آجائے اور کفار اس میں ذمیوں کی طرح شروط وضوابط سے رہیں۔ اس میں کفار کی پرانی عبادت گاہیں معاہدے کے مطابق باقی رہیں گی اور اگر وہ پرانی ہو جائیں تو انہیں ان کی تجدید کی اجازت ہو گی۔ لیکن ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی جازت نہیں ہوں گی۔

البتہ نئی عبادت گاہیں بنانے کے متعلق الگ آراء ہیں۔ اگر اس شرط پر صلح ہوئی کہ غیر مسلم ذمی نئی عبادت گاہیں تعمیر کریں گے تو انہیں اس بات کی اجازت ہو گی۔ جیسے قاضی امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج میں بیان کیا ہے۔[27]

اگر اس کے برخلاف شرط پر صلح ہوئی تو انہیں جازت نہیں ہو گی۔ صاحب عنایہ کہتے ہیں مسلمانوں میں راجح یہی ہے کہ وہ اسی شرط پر صلح کریں کہ نئی عبادت گاہیں تعمیر نہیں ہونگیں جیسے حضرت عمر فاروقؓ نے کیا تھا۔[28] اگر حاکم صلح کے وقت کفار سے نئی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت پر معاہدہ کرلے تو اس کا یہ عقد باطل ہو گا۔ جیساکہ علامہ سبکی نے علامہ رویانی کا قول نقل کیا۔[29] جبکہ صلح کے تحت حاصل ہونے والے علاقوں کی دوسری صورت یہ ہے کہ خراج کے مقابل صلح ہو جائے اور وہ علاقہ کفار کی نگرانی میں ہی رہے۔ تو اس میں ان کا نئی عبادت گاہیں بنانا بھی جائز ہے جب تک کہ وہ علاقہ ان کی ملکیت میں رہے۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کے قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔[30]

اسلامی جمہوریہ پاکستان اور غیر مسلموں کی عبادتگاہیں کی قانونی حیثیت

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو عمل میں آیا۔ پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، لیکن یہاں غیر مسلم شہریوں کی بھی کافی آبادی ہے، جس میں سکھ، پارسی، ہندو، مسیحیت، بدھ مت اور دیگر عقائد سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ قیامِ پاکستان میں بھی غیر مسلم ساتھیوں نے کئی طرح سے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ بانئِ پاکستان نے بھی قیام پاکستان کے ہر مرحلے پر غیر مسلموں کے حقوق کی بات کی اور قیام پاکستان کے بعد بھی ہر موقع پر اپنے خطابات میں اس پر زور دیا۔ آئینِ پاکستان میں بھی اس امر کی طرف خصوصی توجہ دی گئی اور آئین میں غیر مسلموں کے حقوق کی نشاندہی کی گئی، جس کی مزید تفصیل ذیل میں دی جائے گی۔

قیام پاکستان کے بعد ابتداء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو بعض ترامیم کرکے عبوری آئین کے طور پر لاگو کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ جب تک ملک کا آئین تشکیل نہیں پا جاتا، اس وقت تک اس ایکٹ کو ترمیمات کے زریعے نافذ العمل رکھا جائے گا۔ مملکتِ پاکستان کے لیے آئین سازی ایک بہت مشکل مرحلہ تھا۔ اس کا پہلا مرحلہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد کی منظوری کی شکل میں طے پایا۔ پاکستان میں ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء میں بلترتیب تین دفعہ آئین سازی اور اس کے نفاذ کا کام

ہوا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کو ۱۱ اپریل ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی کی طرف سے منظوری حاصل ہوئی اور ۱۲ اپریل کو صدرِ مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس پر دستخط کیے اور ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کو نیا آئین نافذ کر دیا گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا ظفر احمد انصاری نے متفقہ طور پر اس آئین کو اسلامی آئین قرار دیا۔[31]

۱۹۷۳ء کے آئینِ پاکستان نے پاکستان کو واضح طور پر ایک اسلامی اور قومی ریاست قرار دیا اور کہا کہ پاکستان کا نظام پارلیمانی جمہوری نظام ہے، جس کا آئینی نام ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ ہے۔ اس کے علاوہ آئین پاکستان نے پاکستان کی حکومت کا پورا ڈھانچہ بیان کیا ہے اور مختلف شعبوں (جیسے حکومت، عدلیہ، قانون ساز ادارے، پارلیمان) میں طاقت کو تقسیم کیا گیا ہے۔ آئین پاکستان کی اسلامی اساس قرار داد مقاصد ہے اور اسے پاکستان کے آئین کے دیباچہ میں شامل کی گئی۔[32] اس قرارداد میں ایک طرح سے آئینِ پاکستان کے بنیادی اصول و ضوابط کا تعین کرتے ہوئے اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کی پاکستان میں حاکمیت اعلیٰ کا مالک اللہ تبارک کو مانا جائے گا اور پاکستان کے عوام کو جو اختیارات سونپے گئے ہیں انہیں وہ بطور مقدس امانت استعمال کریں گے۔ قرارداد میں وضاحت کی گئی کہ ملک کا آئین اسلامی اصولوں کی روشنی میں جمہوریت، آزادی، معاشرتی امن، باہمی مساوات اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا پابند ہوگا۔ اس آئین میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اسلامی ریاست کے کلیدی عہدوں پر فائز ہونے کا حق صرف مسلمانوں کا ہے۔ حاکم کی اطاعت کا حکم اس لئے دیا گیا ہے، تاکہ ریاست کا نظم و نسق صحیح اور پرامن طریقے سے چلتا رہے، لیکن اطاعت اس وقت تک لازمی ہے جب تک امام یا امیر خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق حکم دے اور ریاست کا انتظام چلائے۔ آئین کے آرٹیکل ۲ میں تحریر کیا گیا ہے کہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہوگا۔

برصغیر کے برطانوی سامراج سے حصول آزادی کی خاطر قائد اعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت باقاعدہ سیاسی جدوجہد کے دوران مسلمانوں نے جب تصور پاکستان پیش کیا، تو اسی وقت سے قائد اعظم نے اپنے تاریخی چودہ نکات میں صوبوں میں اقلیتوں کی نمائندگی اور ان کی مکمل مذہبی آزادی کے نکات کو بھی شامل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جدوجہدِ آزادی میں ہندو، سکھ، مسیحیت اور پارسی مذہب کے پیروکاروں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ اہم کردار ادا کیا۔ یہاںتک کہ جب قراردادِ لاہور پیش کی گئی تو اس وقت تین ووٹوں کی کمی تھی، جس پر تین مسیحی غیر مسلموں نے ووٹ دے کر پورا کیا۔[33] قیام پاکستان کے ساتھ ہی بانیٔ پاکستان محمد علی جناح نے اسلام کے نظریہ اتحاد انسانیت کی حمایت کی اور ان کا خیال تھا کہ پاکستانیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مذہبی آزادی کے اصولوں کو برقرار رکھیں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم نے کراچی میں اپنے خطاب میں فرمایا:

> "میں نے بار بار نجی محفلوں اور عوامی جلسوں میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ہمیں اپنی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ مکمل انصاف برتنا چاہیے۔ یہ بات تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ ہم انہیں ملک سے نکال دیں۔ ہم ہر گز نہیں چاہتے کہ وہ پاکستان سے چلے جائیں۔ جب تک وہ اس ریاست سے وفادار رہیں گے اس وقت تک ان کا حق ہے کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو دوسرے شہریوں کے ساتھ کیا جارہا ہے۔"[34]

قائد اعظم نے متعدد بار اس طرح کے خیالات کا اظہار کیا اور ساتھ ہی غیر مسلم اقلیتوں کی بھی اس بات پر توجہ دلائی کہ

وہ بھی عملی طور پر پاکستان سے وفادار رہیں اور اس کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کریں۔ انھوں نے کھلے الفاظ میں کہا کہ پاکستان کے ہر شہری کو آزادی حاصل ہو گی۔ اس کا مذہب، تمدن، تہذیب، ثقافت اور اس کی عبادتگاہیں آزاد ہو نگی۔ ان کی پوری حفاظت کی جائے گی، لیکن انہیں بھی پاکستان کو عظیم اور خوشحال بنانے میں اپنا حق ادا کرنا ہوگا۔ [35]

اس کے بعد پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے عارضی صدر کے لیے ہندو اچھوت فرقے کے جوگندر ناتھ منڈل نامزد کیا گیا۔ منڈل صاحب نے کرسئِ صدارت سنبھال کر قائداعظم کا نام بطور مستقل صدر پیش کیا اور اگلے روز ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ بلا مقابلہ آئین ساز اسمبلی کے صدر منتخب ہو گئے۔ پھر آپ نے اسمبلی سے ایک لمبا خطاب کیا اور ان الفاظ کا اظہار کیا:

"آپ آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں کہ آپ مندروں میں جائیں، آپ آزاد ہیں کہ اپنی مسجدوں میں جائیں یا پاکستان کی حدود میں اپنی کسی عبادت گاہ میں جائیں۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، کسی عقیدے یا کسی ذات سے ہو، اس مملکت کا ان مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ بات بطور نصب العین اپنے سامنے رکھنی چاہیے اور آپ یہ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ ہندو ہندو رہے گا، نہ مسلمان، مسلمان۔ مذہبی مفہوم میں نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی مفہوم میں۔ اس مملکت کے ایک شہری کی حیثیت سے۔۔۔ " [36]

ملک خداداد کا موجودہ نافذ العمل آئین ۱۹۷۳ء کا آئین ہے۔ قرارداد مقاصد کو اس کے مسودے میں ابتدائیہ بطور شامل کیا گیا، جس میں کہا گیا کہ پاکستانی عوام کی خواہش ہے کہ وہ ایک ایسا نظام قائم کریں؛" جس کے تحت غیر مسلم اقلیتوں کے لئے اس امر کی گنجاءش پیدا کی جائے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنے مذہب کی پیروی کر سکیں، مذہبی فرائض پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کی نشو نما کر سکیں......اقلیتوں {غیر مسلموں} اور پسماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کے لئے مناسب گنجائش نکالی جائے۔ [37]

۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۰ میں مذہبی آزادی کے حوالے سے کہا گیا کہ ہر شہری کو اپنے مذہب پر ایمان رکھنے، اس پر عمل کرنے اور نشرواشاعت کا حق حاصل ہو گا۔ ہر مذہبی طبقے اور فرقے کے لوگوں کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور ان کی سرپرستی کرنے کا حق ہو گا۔ [38] آئین کا آرٹیکل (۱) ۲۵ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ " پاکستان کے تمام شہری قانون کی سامنے برابر ہیں اور سب کو قانون کا ایک جیسا تحفظ حاصل ہے۔ " [39]

آرٹیکل نمبر ۳۶ میں رقم ہے کہ حکومت اقلیتوں {غیر مسلموں} کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے گی۔۔۔ [40]

اس کے علاوہ اقلیتوں {غیر مسلموں} کے حقوق تحفظ کے لئے ۲۰۰۲ء میں میں جنرل پرویز مشرف نے ایک صدارتی حکم نامہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ اقلیتی {غیر مسلم} کمیونٹی کے درینہ مطالبہ کی بناء پر ان کی جائیداد کے تحفظ کا اہتمام کیا جائے ااور اس سے مراد ان کی مشترکہ استعمال کی چیزوں کا تحفظ ہے، جس میں ان کی عبادتگاہیں، جلسہ گاہیں، پادری کا حجرہ، ہندو دھرم شالائیں، دینی درسگاہیں، گاوشالائیں، تدفین کی جگہیں۔۔۔۔ رہائشی جگہیں، دفاتر وغیرہ شامل ہیں۔ [41]

آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کی مندرجہ بالا شقوں اور ۲۰۰۲ء کے صدارتی حکم نامے سے واضح ہوتا ہے کہ ریاست پاکستان نے غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کو کسی بھی موقع پر نظر انداز نہیں کیا۔

پاکستان میں غیر مسلموں کو آزادی اظہار مذہب و عقیدہ سے لے کر اپنی مذہبی رسومات و عبادات پر عمل کرنے اور

مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت اور ان کے تحفظ تک کے حقوق حاصل ہیں۔ آئین پاکستان کے تحت غیر مسلموں کو اپنے اکثریتی علاقے میں نئی عبادتگاہیں تعمیر کرنے کی بھی اجازت ہے۔

آئینی اور قانونی تحفظ کے باوجود بھی بد قسمتی سے اسلامی ریاست پاکستان میں بارہا غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر پاکستانی عوام اور دہشت گرد عناصر کی طرف سے حملے ہو چکے ہیں، جن کی چند ایک مثالیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

فروری ۲۰۰۶ء کو سکھر کے دو گرجا گروں کو ایک مشتعل ہجوم نے آگ لگادی۔ اس واقع کی تحقیقت سے یہ بات سامنے آئی کہ ملزم عرفان گل جو ایک نو مسلم تھا، اس نے کسی ذاتی جائیداد کے جھگڑے کی بنا پر اپنے سسر پر اہانت قرآن کا جھوٹا الزام لگا کر لوگوں کو مشتعل کیا اور وہ غصے میں آکر گرجا گھروں پر حملہ آور ہوئے۔ موقع پر موجود پولیس نے کوئی مداخلت نہ کی۔ حکومت کی طرف سے ان گرجا گھروں کی مرمت کا تخمینہ لگایا گیا، لیکن امداد فراہم نہیں کی گئی۔[42]

۲۰۰۶ء ہی میں مانگا منڈی چرچ، لاہور پر بھی چھ لڑکوں نے حملہ کرکے توڑ پھوڑ کی۔[43] پھر جون ۲۰۰۵ء میں مسلمانوں کے ایک بے قابو ہجوم نے نوشہرہ میں ایک ہندو مندر کو آگ لگادی۔ جبکہ اسی سال کراچی میں HRCP کو شکایت ملی کہ کچھ لینڈ مافیا ایک ہندو مندر سے ملحقہ پراپرٹی کو فروخت کرنے کی کوشش کر رہا ہر اور HRCP کی ٹیم کے دورے پر یہ کوشش ناکام ہو گئی۔[44]

نومبر ۲۰۱۰ء کو پولیس وردی میں ملبوس ایک لینڈ مافیا نے لاہور کے ایک علاقے وسن پورا میں ایک گرجا گھر کو کرین کے ذریعے گرادیا۔[45] اپشاور میں ۲۰۱۳ء میں ایک گرجا گھر پر دہشت گردوں نے بم بلاسٹ کیا۔[46] اس سانحے کو پاکستان میں مسیحی کمیونٹی پر کیا جانے والا بد ترین حملہ کہا گیا۔ سال ۲۰۱۲ میں کراچی میں ایک ۵۰ سالہ پرانے مندر کو حکام کی طرف سے مسمار کر دیا گیا۔[47] جس پر ہندو برادری نے شدید ردِ عمل کا مظاہرہ کیا۔

گذشتہ دو دہائیوں میں پیش آنے والے یہ تمام واقعات بہت افسوس ناک ہیں، لیکن اس سلسلے میں اب بہتری کی طرف پیشرفت شروع ہو چکی اور حال ہی میں حکومتی حلقوں کی طرف سے کچھ عملی اقدامات کیۓ بھی گئے ہیں۔

اس مرحلے میں پہلی مثال سندھ میں اقلیتوں کے لیے نئے یونٹ "اسپیشل پروٹیکشن فورس" کے قیام کا فیصلہ ہے۔ اس یونٹ کے اہلکار چوبیس گھنٹے عبادتگاہوں کی حفاظت پر مامور رہیں گے۔[48] پاکستان میں بسنے والی ہندو کمیونٹی کی اکثریت کیوں کہ سندھ میں ہی پائی جاتی ہے، اس لئے اس یونٹ کا قیام ہندو برادری کی عبادتگاہوں کے تحفظ کی طرف ایک بہتر قدم ہے۔

پاکستان میں غیر مسلموں کی عبادتگاہوں کے حوالے سے ایک اور پیش رفت جین مندر کی تعمیر نو ہے، سال ۱۹۹۲ء میں بھارت میں بابری مسجد والے سانحے کے بعد لاہور کے جین مندر پر حملے کے نتیجے میں جو نقصان ہوا، حال ہی میں اسے دوبارہ تعمیر اور تزئین و آرائش کے بعد کھول دیا گیا ہے۔[49]

اس سلسلے کی ایک اور کڑی دارالحکومت اسلام آباد کے قرب میں سید پور گاوں میں تین ملحقہ غیر مسلم عبادتگاہوں کی تعمیرِ نو، مرمت اور تزئین و آرائش کے بعد اسے کو زائرین کے لئے کھولنا ہے۔ اس میں ایک مندر، ایک گردوارہ اور ایک دھرم شالا شامل ہے۔[50] سی ڈی اے اسلام آباد نے اس تاریخی گاوں کو ماڈل ولیج بنا دیا ہے اور اسلامی نظریاتی کونسل نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

کچھ ہی عرصہ پہلے اسلام آباد سیکٹر ایچ-۹ میں ہندووں کے ایک نئے مندر، کمیونٹی سنٹر اور قبرستان کی تعمیر کے حوالے سے ایک مسئلہ منظر عام پر آیا۔ پاکستان مسلم لیگ نون کی حکومت نے جنوری 2017 میں مندر کے لیے 3.89 کنال کا پلاٹ الاٹ کیا تھا۔ یہ پلاٹ 2018 میں اسلام آباد ہندو پنچایت (IHP) کے حوالے کیا گیا تھا۔ جب اس کی تعمیر کے لئے پلاٹ کی چار دیواری کا آغاز ہوا تو ملک کے دینی، سیاسی اور عوامی حلقوں میں ایک مختلف الآراء بحث کا بھی آغاز ہو گیا۔

دینی حلقوں میں جو آراء سامنے آئیں، ان میں سے ایک جامعی علومِ اسلامیہ کراچی کا سات صفحات پر مشتمل فتویٰ ہے، جس میں انھوں نے متقدمین فقہاء و مفسرین کے اقوال و فتاویٰ کی روشنی میں پاکستان میں کہیں بھی، کسی بھی غیر مسلم عبادت گاہ کی تعمیر، اس کی مالی اعانت اور جگہ کی فراہمی کو شرعاً ناجائز قرار دیا ہے۔[51]

لیکن جب یہ معاملہ عدالت میں گیا تو اس پر اسلامی نقطہء نظر کے مطابق رائے دہی کے لئے اسے اسلامی نظریاتی کونسل کو ریفر کر دیا گیا۔ اس پر اسلامی نظریاتی کونسل نے ڈاکٹر قبلہ ایاز کی صدارت میں دو اہم نقطہ ہائے نظر پیش کئے:

۱- ان عبادتگاہوں کی تعمیر میں اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ ایک تو یہ ان لوگوں کا آئینی حق ہے اور دوسرے یہ ۱۹۵۰ء میں کئے گئے لیاقت نہرو معاہدے کی پاس داری کا بھی تقاضا ہے۔

۲- جہاں تک ان عبادتگاہوں پر ہونے والے اخراجات کی بات ہے، تو نجی جماعتوں کی ملکیت والی عبادت گاہوں کے لیے پاکستانی حکومت کی طرف سے فنڈز فراہم کرنے کی عام طور پر کوئی روایت موجود نہیں، اس لئے حکومت ان اخراجات کے لئے فنڈ نہیں دے سکتی۔

البتہ کونسل نے ان اخراجات کے لئے متبادل دو حل پیش کئے۔ پہلا حل یہ ہو سکتا ہے کہ Evacuee ٹرسٹ پراپرٹی بورڈ (ETPB) جو کہ لیاقت نہرو معاہدے کے بعد انڈیا میں مسلمان اور پاکستان میں ہندو اور سکھ عبادتگاہوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہے، اس بورڈ کے ایکٹ میں ایسی ترمیم شامل کی جائے کہ یہ ادارہ مذہبی سرگرمیوں کی انجام دہی میں ہونے والے اخراجات مہیا کرے۔ پاکستان میں 1947 سے پہلے ہندو اور سکھ برادریوں سے تعلق رکھنے والی متروکہ جائیدادوں سے وصول کیا گیا کرایہ Evacuee ٹرسٹ پراپرٹی بورڈ کی آمدنی کا ذریعہ ہیں۔ کونسل کی طرف سے تجویز کردہ دوسرا ممکنہ حل غیر مسلم کمیونٹیز کے لیے بلاک فنڈ بنانے کا تھا۔ کونسل نے کہا کہ ریاست اپنے شہریوں بشمول غیر مسلم کمیونٹیز کی فلاح و بہبود اور خوشحالی کو یقینی بنانے کی ذمہ دار ہے۔ حکومت الگ سے فنڈز مختص کر سکتی ہے اور اسے غیر مسلم کمیونٹیز کے حوالے کر سکتی ہے، اور متعلقہ کمیونٹی کی طرف سے اس فنڈ کے استعمال میں کوئی شرعی پابندی نہیں ہے۔[52] سی آئی آئی کے چیئرمین نے وضاحت کی کہ یہ فیصلہ کونسل کی طرف سے مختلف علماء اور ہندو برادری کی طرف سے موصول ہونے والی مختلف درخواستوں کے نقطہ نظر کو سننے کے بعد کیا گیا ہے — بلاتعصب دیکھا جائے تو کونسل کا یہ فیصلہ مبنی بر انصاف و حکمت نظر آتا ہے۔

اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ریاستِ پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کی عبادتگاہوں کو قانونی طور پر نا صرف احترام و تحفظ کا حق حاصل ہے، بلکہ وہ اپنی پرانی عبادتگاہوں کو مرمت کر سکتے ہیں اور مخصوص حالات میں ان کے لیے نئی عبادتگاہ کی تعمیر کی گنجائش بھی موجود ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیقی کاوش سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان نظریاتی وآئینی لحاظ سے ایک اسلامی ریاست ہے۔اس ریاست نے اپنے غیر مسلم شہریوں کو آئینی و قانونی طور پر جومذہبی حقوق دیئے ہیں،ان میں غیر مسلم عبادتگاہوں سے متعلقہ حقوق کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ان حقوق میں غیر مسلم شہریوں کی پہلے سے موجود عبادتگاہوں کی مرمت، تزئین و آرائش، ان کے احترام اور ان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ مخصوص شرائط و ضوابط کے تحت نئی عبادت گاہوں کی تعمیر بھی شامل ہے۔یہ حقوق دینی، ریاستی اور بین الاقوامی قوانین کے لحاظ سے نہایت منصافانہ ہیں۔ ان حقوق کی فراہمی میں پاکستانی عوام اور دینی وسیاسی حلقوں کی طرف سے کچھ رکاوٹوں کا سامنا بھی رہا ہے، جس کی بڑی وجوہات میں معاشرتی حلقوں کی دینی،آئینی اور بین الاقوامی امور سے ناواقفی، دینی حلقوں میں حد درجہ اختلاف رائے، عدم برداشت کا رویہ ،سیاسی شعور کی کمی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی سستی وغیرہ شامل ہیں۔ اگر مختلف دینی، سیاسی، انتظامی اور عوامی حلقوں میں یکجہتی وہم آہنگی کی فضا پیدا ہو جائے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے فعال ہو جائیں تو حالات میں مزید بہتری لائی جا سکتی ہے۔

سفارشات:

ریاستِ پاکستان میں غیر مسلم شہریوں کی عبادتگاہوں سے متعلق قانونی نفاذ کے عمل کو بہتر بنانے کے لئے درج ذیل اقدامات کرنے چاہیں:

۱۔ وزارتِ مذہبی امور کو مزید فعال بنایا جائے اور یہ وزارت بین المذاہب رواداری اور احترام کے روّیے کو فروغ دینے کے لیے سیمینار، ورکشاپز اور اوپن فورمز کے اہتمام میں وسعت لائے اور علماء و خطیب حضرات کو تربیت دے۔

۲۔ مسلم مساجد اور غیر مسلم عبادتگاہوں میں ایکدوسرے کی مذہبی عبادتگاہوں کے احترام و تحفظ کے جذبے کو ابھارنے کے لئے خطبے دیئے جائیں۔

۳۔ معاشرتی علوم، مطالعہ پاکستان، اسلامیات اور دیگر مضامین کی درسی کتب میں مختلف سطوح تعلیم کے مطابق قرآن و سنت کی روشنی میں بین المذاہب رواداری اور احترام کے موضوع پر مضامین شامل کیے جائیں۔

۴۔ الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے توسط سے بلخصوص مذہبی عبادت گاہوں کے متعلق ریاستی قوانین اور سیرتِ رسولِ کریم کی رو سے حکمت آمیز لیکچرز کو عام کیا جائے۔

۵۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو فعال بنایا جائے اور حصولِ انصاف کے طریقے کو آسان بنایا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] Oxford English Urdu Dictionary, p.1696

[2] فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات، فیروزسنز لاہور، پاکستان، ۱۹۷۵ء، ص: ۶۶۲

[3] سجاد میرٹھی، زین العابدین، بیان اللسان، میرٹھ، مکتبہ علمیہ، ۱۹۵۰ء، ص: ۳۰۰

[4] Burgess, John. W., Political Science and Constitutional Law, Ginn & Company, Boston, USA, 1891, Vol. I, p.24

[5] Weber, Max. Politics as a Vocation. Philadelphia: Fortress Press, 1965

[6] مولانا مودودی، سید ابوالاعلی، اسلامی ریاست فلسفہ، نظام کار اور حکمرانی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲

[7] الحج: ۴۱

[8] ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، احکام اہل الذمۃ، رمادی للنشر، الدمام، ۱۹۹۷، (۲ / ۷۲۸)

[9] ابوزہرۃ، العقلات الدولیۃ فی الاسلام، موسسۃ قرطبہ القاہرۃ، ص: ۵۶

[10] Tayyeb, Dr., & Yasir Farooq. "The Places of Worship of the Non-Muslims and their Religious Independence in an Islamic State: A Review in the Light of Seera'h." *Journal of Religious Studies* [Online], 2.2 (2019): 31-48. Web. 19 Feb. 2023

[11] الذاریات: ۵۶

[12] https://en.wikipedia.org/wiki/Place_of_worship , Date 17. 02. 2023

[13] خالد علوی، ڈاکٹر اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران، لاہور، ص: ۳۵۵

[14] دریاآبادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، پاک کمپنی، لاہور، س ن، (۲ / ۲۸۴)

[15] الانعام: ۱۰۸

[16] الحج: ۴۰

[17] الجصاص، احمد بن علی ابوبکر، احکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۴، (۳۲۰/۳)

[18] ایضاً

[19] ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، احکام اہل الذمۃ، رمادی للنشر، الدمام، ۱۹۹۷، (۳ / ۱۱۹۹)

[20] الطرطوشی، ابوبکر محمد بن محمد، من اوائل المطبوعات العربیۃ، مصر، ۱۸۷۲، ص: ۳۸

[21] ابوبکر بن ابی شیبۃ، المصنف لابن ابی شیبۃ، مؤسسۃ علوم القرآن، دمشق، کتاب السیر، ما قالوا فی ہدم البیع والکنائس وبیوت النار، رقم الحدیث: ۳۳۶۵۳

[22] ابن تیمیۃ، تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، (۲۸/ ۶۳۴)

[23] ابو محمد محمود بن احمد بن موسی، البنایۃ فی شرح الہدایۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۲، (۶ /- ۶۳۲)

[24] مجموع الفتاوی، (۲/ ۱۴۲)

[25] ابن قیم الجوزیۃ، احکام اہل الذمۃ، (۳ / ۱۱۹۳)

[26] الاحزاب: ۲۷

[27] ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب، الخراج، المکتبۃ الازہریۃ للتراث، (۱ / ۱۵۲)

[28] ابو محمد محمود بن احمد بن موسی، البنایۃ فی شرح الہدایۃ، (۶/ ۶۸۲)

[29] السبکی، ابوالحسن تقی الدین علی، فتاوی السبکی، (۲/۴۴۵)

[30] ابن قدامۃ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامۃ، (۹ / ۳۵۵)

[31] منظور احمد، اسلامی جمہوریہ کا آئینی ڈھانچہ، کائنات پبلشرز، لاہور، طبع اول، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۴۲

[32] ایضاً، ص: ۱۲۱

[33] اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر بڑھتے ہوئے حملے، ڈان اپ ڈیٹ، لاہور، ۱۹ جولائی ۲۰۱۴ء، تاریخ استفادہ: ۱۸ فروری، ۲۰۲۳
https://www.dawnnews.tv/news/1007292/increased-attacks-on-places-of-worship-of-minorities

[34] برگیڈیئر گلزار احمد، ارشادات قائد اعظم، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبا تپیدائش قائد اعظم محمد علی جناح، ص: ۸۷

[35] حمید انور، خطباتِ قائد اعظم محمد علی جناح، آئینہ ادب، ۱۹۷۶ء، ص: ۹۸

[36] سردار، مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، تجلی میڈیا پبلیکیشنز، لاہور، ص: ۲۴۲، ۲۴۱

[37] THE CONSTITUTION OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN, [As modified upto the 31st May, 2018] by National Assembly of Pakistan https://na.gov.pk/uploads/documents/1549886415_632.pdf accessed on 18 February 2023.

[38] Ibid.

[39] Ibid.

[40] Ibid.

[41] The Gazette of Pakistan " Acts Ordinance President's Orders and Regulations , Islamabad, 2002, pp.24-25

[42] فادر رمانوئیل یوسف مانی، "جائزہ انسانی حقوق 2007ء"، مذہبی اقلیتوں کی صورتِ حال پر سالانہ رپورٹ، قومی کمیشن برائے امن و انصاف، لاہور، ص: ۲۷، ۲۶

[43] ایضاً، ص: ۲۷

[44] رشید احمد چودھری، پاکستان مین انسانی حقوق کی صورتِ حال 2005، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور، ص: ۱۵۲

[45] Faruqi, Mariam. 2011. *A Question of Faith*. Islamabad: Jinnah Institute.

[46] Mohsin, Sheikh. 2013. Tackling religious intolerance and violence in Pakistan. *CNN*. September 24, p. 8-. Available online: https://edition.cnn.com/2013/09/24/world/asia/pakistan-christians-mohsin/ (Accessed on 19 February2023).

[47] https://www.dawnnews.tv/news/32908/hindu-attack, 8 November 2012, (Accessed on 19 February 2023).

[48] Imran ayub, "Sidh: Aqlaiaton ki Ibadat Gahon ky tahafuz ky leye police kia nia unit bnany ka faisla" 21 Feburary 2022, https://www.dawnnews.tv/news/1177727 (Accessed on 19 February 2023).

[49] Sher Ali, "Better Late Than Never: Jain Temple Restored and Opened foe Public After Three Decades" , 20 July, 2022

https://www.balochistanvoices.com/2022/07/better-late-than-never-jain-temple-restored-and-opened-for-public-after-three-decades/ (Accessed on 19 February 2023).

[50] Shabbir Hussain, "Saidpur Village: fusing the old and the new", published by the Express Tribune, May 11th, 2010. https://tribune.com.pk/story/12243/saidpur-village-fusing-the-old-and-the-new (Accessed on 21 February 2023).

[51] بنوری، علامہ محمد یوسف، "مسلم مملک میں غیر مسلم اقوام کی عبادتگاہ، مندر وغیرہ تعمیر کرنے کا حکم"، جامعہ علوم اسلامیہ، کراچی، https://www.banuri.edu.pk/readquestion/muslim-mumalik-mai-ghair-muslim-aqwam-ki-ibadat-gah-mandar تاریخ استفادہ: ۲۲ فروری ۲۰۲۳

[52] kalbe Ali, "CII says no to Religious, Constitutaional Constraints against Temple in Capital, allows building of Crematorium", published by Dawn, October 28, 2020. https://www.dawn.com/news/1587472/cii-says-no-religious-constitutional-constraints-against-temple-in-capital-allows-building-of-crematorium (Accessed on 22 February 2023).